اکرام اللہ ساجد کیلانی

اسلامی معاشرہ میں مساجد کی اہمیت!

فرد اور معاشرہ باہم لازم و ملزوم ہیں۔ جس طرح فرد معاشرہ سے الگ ہو کر ایک بے حقیقت اکائی کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے، اسی طرح معاشرہ افراد کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا، دوسرے لفظوں میں افراد کی مجموعی حیثیت کا نام معاشرہ ہے۔ اس لحاظ سے فرد کی اصلاح معاشرہ کی اصلاح پر منتج ہوگی اور فرد کا بگاڑ پورے معاشرہ کے بگاڑ کا باعث بنیگا اسی لئے اسلام نے فرد اور معاشرہ دونوں کی اصلاح کا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد فرد پر جو سب سے پہلی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ نماز ہے تاکہ نماز اس کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی بیماریوں کی اصلاح کر سکے، ذیل کی حدیث نماز کے اس فائدۂ عظمیٰ کی شاہد ہے:

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارأیتم لو ان نھرا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ھل یبقی من درنہ شیئ؟ قالوا لا یبقی من درنہ شیئ قال فذالك مثل الصلوات الخمس یمحو اللہ بھن الخطایا" (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ "اگر کسی شخص کے گھر کے سامنے سے ایک نہر گزرتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہ سکتا ہے"؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، "نہیں یا رسول اللہ!" اس پر آپؐ نے فرمایا، "بالکل اسی طرح جو آدمی روزانہ پانچ مرتبہ (مسجد میں حاضر ہو کر) نماز ادا کرتا ہے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں!"

فرد کی اصلاح کے بعد معاشرتی اصلاح کا نمبر آتا ہے، چنانچہ جب بہت سے افراد مل کر ایک معاشرہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو ان کی اصلاح و تطہیر کے لئے اسلام نے نماز باجماعت کو لازمی قرار دیا ہے[1] جس کے لئے مسجد کا قیام

(حاشیہ برصفحہ ۲۵)

ناگزیر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جب اولین معاشرہ تشکیل دیا تو اس کے ساتھ ہی مساجد کی آبادی شروع ہو گئی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد نے جب ایک معاشرہ کی شکل اختیار کر لی تو آپ کا سب سے پہلا کام بیت اللہ کی تعمیر تھا پھر جب آپ کی اولاد اقطار دنیا میں پھیلی تو آپ ہی کے ایک صاحبزادے نے بیت اللہ کی تعمیر کے چالیس برس بعد[1] مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد ملت اسلامیہ کے بانی حضرت ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں بیت اللہ کی از سر نو تعمیر تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ اسی طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت الی الحق کا بیڑا اٹھایا تو آپؐ نے اپنا مرکز خانہ کعبہ یا مسجد الحرام کو بنایا اور جب کفار کی طرف سے اعلانیہ مخالفت ہوئی تو آپؐ نے بامر مجبوری دار ارقم کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے اسلام لاتے ہی پھر سے خانہ کعبہ اور مسجد الحرام کی دیواریں تکبیر کے نعروں اور توحید کے کلمات سے گونجنے لگیں۔ اور پھر جب کفار کی مخالفت انتہا کو پہنچ گئی اور آپؐ ہجرت کر کے مدینہ شریف لے گئے تو یہاں کی فضا کو مسلم معاشرہ کے لئے سازگار سمجھتے ہوئے آپؐ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ اس کے بعد جوں جوں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ہر قبیلہ اور ہر محلہ میں الگ الگ مسجدیں تعمیر ہوتی چلی گئیں۔ اگرچہ عام غربت اور سادگی کی وجہ سے اس دور میں جو عام مساجد تعمیر ہوئیں وہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکیں اور مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ بہت سوں کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔ تاہم تاریخ ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ اسلام کی روشنی نے جب عرب کے گوشے گوشے کو منور کر دیا تو عرب کا کوئی گاؤں، شہر اور محلہ مساجد سے خالی نہ تھا[2]

پھر اسلام نے سرزمین عرب سے قدم باہر نکال کر جب اپنے قدوم میمنت لزوم سے بیرون دنیا کو نوازنا شروع کیا تو جہاں جہاں اسلام کی روشنی پہنچی اور مسلم معاشرہ کا قیام عمل میں آیا، مساجد تعمیر ہوتی چلی گئیں، جن میں سے بعض آج بھی اپنی روایتی شان و شوکت کے ساتھ موجود ہیں۔ موجودہ دور کے غیر مسلم ممالک بھی، جہاں کچھ بھی مسلمان موجود ہیں، مساجد سے خالی نہیں۔ اور مسلمان ممالک کا تو ذکر ہی کیا، ہر گاؤں، ہر محلہ اور ہر شہر میں مساجد کے شاندار مینار اپنی عظمت و رفعت کی گواہی دیتے نظر آتے ہیں۔

مندرجہ بالا تاریخی حقائق مسلم معاشرہ کے قیام میں مسجد کی اہمیت و ضرورت کی واضح ترجمانی کرتے ہیں۔
علاوہ ازیں یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا وہی معاشرہ جو استحکام، پائیداری

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) نماز باجماعت سے معاشرہ کی اصلاح کیونکر ممکن ہے، آئندہ سطور میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

[1] مسجد اقصیٰ کی تعمیر خانہ کعبہ کی تعمیر کے چالیس برس بعد ہوئی (ابن جریر، ج ۴، ص ۷)

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ہر محلہ میں مسجد بناؤ اور انہیں صاف اور خوشبودار رکھو" (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ

اور عظمت و رفعت کی بہترین مثال تھا، مساجد ہی کا مرہونِ منت تھا اور ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ جب تک مساجد پر رونق رہیں اور مسلم معاشرہ میں ان کی ضرورت و افادیت کو محسوس کیا جاتا رہا، اسلام بھی سربلند رہا لیکن جونہی مساجد کی مرکزی حیثیت متزلزل ہوئی اور قرآن و حدیث کو چھوڑ کر دوسری تعلیمات کا دور دورہ ہوا، لوگ مساجد سے دور ہونے لگے اور معاشرہ میں مساجد کو وہ مقام حاصل نہ رہا جو قرونِ اولیٰ میں تھا تو مسلمان بھی اپنی شان و شوکت کھو کر تنزل و تسفل کا شکار ہوتے چلے گئے اور بالآخر اسلام کو غربت سے ہمکنار ہونا پڑا۔

لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر کا تمام تر دار و مدار ہی مساجد پر ہے۔ تاہم اپنے اس دعویٰ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے ہمارے لئے اس امر پر روشنی ڈالنا ازبس ضروری ہے کہ مسلم معاشرہ کے قیام میں مساجد کیا کردار ادا کرتی ہیں اور معاشرہ میں ان کی دینی، تعلیمی، سماجی اور سیاسی اہمیت کیا ہے؟

① مساجد کی دینی اہمیّت

قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" (الذاریات: ۵۶)

کہ "انسان کا مقصدِ تخلیق ہی عبادت ہے" اور اسی چیز پر انسان کی آخرت کی کامیابی کا انحصار ہے۔ عبادات کا مظہر اول نماز ہے اور چونکہ مسجد اصطلاح میں اس جگہ کو کہتے ہیں جو نماز کے لئے وقف کر دی گئی ہو۔ لہٰذا دینی اعتبار سے مسجد کو بیحد اہمیت حاصل ہے۔ اس ضمن میں کتاب و سنت میں کافی آیات و احادیث مذکور ہیں جن میں یا تو مسجد کی دینی اہمیت بیان کی گئی ہے اور یا نماز باجماعت کے فوائد و ثواب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ذیل میں چند ایک نصوص ملاحظہ فرمائیں:

مسجدوں کی آبادی ایمان کی دلیل ہے:

قرآن مجید میں ہے:

"انما یعمر مساجد الله من آمن بالله والیوم الآخر" (التوبۃ: ۱۸)

کہ "بیشک اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں"

اس آیت میں جہاں یہ بتلایا گیا ہے کہ مساجد کے آباد کار مومن ہی ہو سکتے ہیں، وہاں ان کو یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ یہ ان کے ایمان کی دلیل بھی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہے جو اسی آیت کی تفسیر میں وارد ہے:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا رأیتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهدوا له بالایمان فان الله یقول انما یعمر مساجد الله

من آمن باللہ والیوم الآخر» (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

کہ "جب تم کسی آدمی کے متعلق یہ جانو کہ وہ (خدمت اور عبادت سے) مسجد کی نگہبانی کرتا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بیشک مساجد کو ایماندار ہی آباد کرتے ہیں۔"

مساجد میں آنے والے اللہ کے مہمان ہیں:

حضرت ابوہریرۃ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«من غدا الی المسجد او راح اعد اللہ نزلہ من الجنۃ کلما غدا او راح» (بخاری مسلم)

کہ "جو شخص صبح یا شام کو مسجد میں جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی کا کھانا تیار کرتا ہے جو جنت میں صبح وشام پیش کیا جائیگا (کیونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور اس میں آنے والے اللہ کے مہمان ہیں)

نورِ کامل کی بشارت:

ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامۃ»

کہ "ایسے لوگوں کو جو تاریکی میں مسجد کی طرف (نماز پڑھنے کیلئے) جاتے ہیں نورِ کامل کی بشارت دو جو قیامت کے دن ان کو حاصل ہوگا۔"

مسجد کی حاضری رحمتِ الٰہی کا ذریعہ ہے:

بخاری اور مسلم میں ہے، حضرت ابوہریرۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ تلے اس دن جگہ دیگا، جبکہ عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ ہی نہ ہوگا۔ اور ان سات شخصوں میں سے ایک شخص وہ ہوگا کہ جب مسجد سے نکلتا ہے تو واپسی تک اس کا دھیان مسجد ہی کی طرف لگا رہتا ہے۔" ——— الفاظ یہ ہیں:

... قلبہ ملحق بالمسجد اذا خرج منہ حتی یعود الیہ ... الحدیث

گناہوں کا کفارہ:

ترمذی میں ہے:

«والکفارات المکث فی المساجد بعد الصلوات والمشی علی الاقدام الی الجماعات»

کہ "مسجدوں میں نماز کے بعد، اگلی نماز کے انتظار یا ذکرِ الٰہی وغیرہ کیلئے بیٹھے رہنا اور نماز باجماعت کی ادائیگی کیلئے پیدل چل کر جانا گناہوں کیلئے کفارہ ہے۔"

نیت پوری ہوگی: ——— ابوداؤد میں حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من اتی المسجد لشئ فهو حظه"

کہ "جو شخص مسجد میں جس کام کیلئے آئیگا، وہ اس کا حصہ ہے۔"

یعنی اگر ثواب کی نیت سے آئیگا تو ثواب ملے گا اور اگر دنیا کا طمع حاصل کرنے یا شہرت حاصل کرنے اور نمود و نمائش کے حصول کیلئے مسجد میں آئیگا تو اس کی یہ خواہش بھی پوری ہوگی، لیکن ظاہر ہے یہ چیز صرف دنیا میں فائدہ دیگی اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا ——— یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی دعا مسجد میں قبول ہوگی۔

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں، کسی ایسے معاشرہ کے ارفع و اعلیٰ ہونے میں کیسے شبہ کیا جاسکتا ہے جس کے افراد پانچ وقت مسجد میں جمع ہو کر فریضۂ نماز ادا کرتے ہوں؟

② مساجد کی تعلیمی اہمیت

اشاعتِ علم میں مسجد کا کردار:

مسلم معاشرہ کے قیام کیلئے اشاعتِ علم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور بلاشبہ مسلمانوں کی تاریخ میں یہ کردار مساجد نے نہایت بہتر طریقہ سے ادا کیا۔ دورِ نبوی کی پہلی مسجد، مسجدِ نبوی تھی اور یہی مسجد ملّتِ اسلامیہ کا اوّلین مرکز قرار پائی دیگر گوناگوں خصائص کے علاوہ اس مسجد کو اعلیٰ ترین درس گاہ بلکہ اس دور کی یونیورسٹی ہونے کا فخر بھی حاصل تھا جہاں شب و روز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، معلّم انسانیت سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے، خصوصاً اصحابِ صفہ تو مسجد نبوی میں رہ کر اسی کام کیلئے کمربستہ رہتے۔ اسی مسجد میں حلقہ ہائے درس و ارشاد قائم ہوتے اور لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سن کر اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے۔ باہر سے جو وفود آتے، مسجد نبوی میں بسیرا کرتے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر رہ کر زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکیں ——— دورِ نبوی کے بعد خلافت راشدہ کا زمانہ آیا، اس دور میں بھی مسجد کو مکتب کی حیثیت حاصل رہی۔ محدثین و فقہاء کے حلقہ ہائے درس یہاں منعقد ہوتے اور تشنگانِ علم دور دراز سے آکر ان علمی سرچشموں سے اپنی پیاس بجھاتے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے دورِ اقتدار تک مسجد اسی اہمیت کی حامل رہی۔ اس زمانے میں خلفاء کی وابستگی بھی مساجد سے حد درجہ قائم رہی اور وہ ان کی سرپرستی کرتے رہے۔ مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے، جمعہ کے روز منبر کی زینت بنتے اور علمی مسائل حل کرکے لوگوں کو مستفید کرتے۔ عباسی دور میں مامون و ہارون اس رعب و داب کے خلفاء تھے کہ قیصر روم ان کا نام سن کر لرزہ براندام ہو جاتا تھا، جب نماز کا وقت آتا تو تاج و تخت سے الگ ہو کر مسجد میں آتے اور فرائض امامت ادا کرتے۔ الغرض تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں مساجد کو امتیازی حیثیت حاصل رہی اور یہ خانہ خدا ہونے کے علاوہ بہترین درسگاہیں اور یونیورسٹیاں تصور کی جاتی تھیں۔

موجودہ زمانے میں بھی کچھ عرصہ قبل تک مسجد کو مکتب کی حیثیت رہی لیکن بالآخر لوگوں نے اس دینی مشغلہ کو کاروبار بنالیا۔ چند نفس پرستوں اور ہوس کے بندوں نے مخلص لوگوں کو بھی بدنام کر کے رکھ دیا۔ اور نتیجتاً آج لوگ مساجد میں قائم شدہ مدارس کے نام سے بھی دور بھاگنے لگے ہیں۔ لیکن اس میں مسجد کا کوئی قصور نہیں بلکہ یہ ہماری اپنی ذہنیتوں کا قصور ہے اور اس سے مساجد کی تعلیمی اہمیت وحیثیت پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ خلوصِ نیتی سے اگر کام کیا جائے تو آج بھی قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوسکتی ہے اور ان علمی سرچشموں سے اپنی پیاس بجھا کر اپنی عظمتِ رفتہ کو بحال کیا جاسکتا ہے۔

(۳) —— مساجد کی سماجی واقتصادی اہمیت

ایک کامیاب معاشرہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے افراد ایک دوسرے کے ہمدرد و غمگسار ہوں، ایک کا دکھ سب کا دکھ اور ایک کی خوشی سب کی خوشی ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ اگر جسم کے ایک حصہ کو تکلیف پہنچے تو پورا جسم اس کی وجہ سے بےچین و بے قرار رہتا ہے۔"

علاوہ ازیں قرآنِ مجید نے بھی قریبیوں، پڑوسیوں اور اہل محلہ وغیرہ سے حسنِ سلوک کا حکم اکثر مقامات پر دیا ہے۔ لیکن اس حکم پر عمل پیرا ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اہلِ محلہ ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوں۔ اور معاشرہ میں یہ کردار بھی جس خوبی اور جس شاندار طریقے سے مسجد ادا کرتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ایک محلہ یا ایک گاؤں کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر ہر جمعہ کے روز بڑے پیمانہ پر ایک اجتماع ہوتا ہے۔ جس کے باعث لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب ہونے اور ایک دوسرے کے حالات جاننے کا موقع ملتا ہے اور بالآخر یہ چیز ایک دوسرے کی ہمدردی، ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹنے اور باہمی مسائل کے حل کے لئے ممد و معاون ثابت ہوتی ہے اور اس طرح معاشرہ نشوونما و ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ دورِ نبوی اور اس کے بعد خلافتِ راشدہ کے ادوار میں مسلمان صرف نماز کیلئے ہی مساجد میں اکٹھے نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے تمام اجتماعی مسائل کے حل کیلئے صلاح و مشورے اور فیصلے وغیرہ بھی مساجد ہی میں ہوتے تھے۔

آج ہم مسلمان مساجد سے دور ہونے کی بنا پر اپنے اہل محلہ، قریبیوں اور ہمسایوں سے بھی کٹ کر رہ گئے ہیں۔ اور ہمدردی وغیرہ کے جذبات سے یکسر عاری ہو چکے ہیں۔ ہمسایہ کی خیر خیریت پوچھنا، بیماری میں اس کی تیمارداری

کرنا، اس کے دکھ سکھ میں شریک ہونا اور مصیبت میں اس کے کام آنا تو کجا اکثر لوگوں کو اپنے ہمسایہ کے نام اور کام کے متعلق بھی خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ لاتعلقی اور بے حسی تو اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ رات کو پڑوس میں کسی شخص کے ہاں چوری ہو جاتی ہے یا کوئی قتل ہو جاتا ہے اور قریبی مکان والے کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی۔ اور اگر وہ حالات سے آگاہ ہو بھی جائے تو بھی اتنی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ ہمدردی و تشفی کے چند بول ہی کہہ دے ـــ مساجد میں روزانہ پانچ مرتبہ جمع ہو کر نماز پڑھنے والے افرادِ معاشرہ ان بدترین مثالوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

چند دیگر فوائد

ناانصافی ہوگی اگر ہم مسجد کی سماجی اہمیت کے ضمن میں ان فوائد کثیرہ کا ذکر نہ کریں جو ایک معاشرے کو مسجد کے قیام سے صرف حاصل ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کے بغیر ایک صحیح معاشرہ پروان ہی نہیں چڑھ سکتا اور زینہ درجہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہونے میں ناکام رہ جاتا ہے۔

پابندیٔ وقت:

وقت کی پابندی کسی قوم کی بیداری اور معاشرہ کی خوشحالی کی ضامن ہے۔ اس کے برعکس سہل انگار اور اضاعتِ وقت کے مرتکب ہونے والے افراد ایک بہتر معاشرہ کی تعمیر میں ناکام رہتے ہیں جس سے پوری قوم بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ ایسی قوم کے افراد عموماً افلاس، بیماری، کمزوری اور فقر و فاقہ کے شکار ہوتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایسی قومیں آزادی کی حفاظت کرنا تو درکنار، زندہ رہنے کا حق بھی کھو بیٹھتی ہیں۔ اور سربلندی اور آزادی کی نعمتیں صرف ایسی قوموں کے حصے میں آتی ہیں جن کے افراد چاق و چوبند مستعد، وقت کی قدر کرنے والے اور ہر کام میں باقاعدگی کو اپنا شعار بنانے والے ہوتے ہیں۔ مسجد ہمیں دیگر فوائد سے مستفید کرنے کے علاوہ پابندیٔ وقت کا درس بھی دیتی ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ اوقاتِ مقررہ پر اذان دے کر لوگوں کو مسجد میں بلایا جاتا ہے کہ تمام لوگ وقتِ مقررہ پر حاضر ہو کر فریضۂ نماز باجماعت ادا کریں اور اس نماز باجماعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی کے ساتھ تاکید فرمائی ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

"اگر مجھے عورتوں اور بچوں کا خیال نہ ہو تو میں اپنی جگہ کسی اور کو امام مقرر کر کے ان لوگوں کے گھروں کو جا کر آگ لگا دوں جو اذان سننے کے باوجود مسجد میں نہیں آتے۔" (احمد)

(بخاری اور مسلم میں بھی یہ حدیث موجود ہے لیکن اس میں عورتوں اور بچوں کا ذکر نہیں)

یہ فرمان اس نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے جس کے ہاتھوں کبھی کسی دشمن کو بھی کوئی تکلیف نہ پہنچی، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ نماز باجماعت کو (جو کہ پابندیٔ وقت کے لئے بہترین ٹریننگ کی حیثیت بھی رکھتی ہے) کس قدر اہمیت دیتے تھے۔ افسوس! آج مسلمان مسجد سے اپنا تعلق منقطع کر کے اس کے فوائد کثیرہ اور برکاتِ وافرہ

سے محروم ہو گیا ہے۔ اس کے برعکس غیر مذاہب اور غیر اقوام نے ان اسلامی چیزوں کو ٹوٹی پھوٹی شکل میں اپنایا اور ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ہماری بدقسمتی کہ ہم نہ صرف ان چیزوں کو چھوڑ بیٹھے بلکہ اس بات سے بھی لاعلم ہو گئے کہ یہ تو ہمارے اپنے گھر کی چیزیں ہیں جنہیں ہم آج غیروں سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ پابندیٔ وقت، جسے ہم (English time) کا نام دیتے ہیں، اسلامی تعلیمات ہی کا تو ایک اہم جزو ہے۔ اس سے بڑھ کر افسوسناک امر یہ ہے کہ ہم نے اپنی چیزیں غیروں کو دے کر ان کی بری، فحش اور ذلیل عادات و اطوار کو تو اپنے گلے کا طوق بنا لیا ہے لیکن ان میں موجود اچھے طور طریق کو ــــ جو بلاشبہ ہمارے ہی مذہب کی تعلیمات ہیں ــــ ان کی افادیت کے قائل ہونے کے باوجود، اپنے لئے بارِ خاطر سمجھتے ہیں[1] ــــ شاید ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ ہر اس بات سے دور رہیں گے جسے اسلام سے ذرا بھی مناسبت ہوگی اور جس میں ذرہ بھر بھی اچھائی موجود ہوگی،

آہ! ــــ ام علی قلوب اقفالھا ــــ!

تنظیم (DICIPLINE)

تنظیم کے ضمن میں وہ سب چیزیں آتی ہیں جو کسی قوم کے زندہ رہنے کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔ گھر میں یا گھر سے باہر، درس گاہ ہو یا کھیل کا میدان، سفر ہو یا حضر، دفتر ہو یا مارکیٹ، زراعت کے کھیت ہوں یا صنعت و حرفت کی فیکٹریاں اور کارخانے، حالتِ امن ہو یا جنگ کا زمانہ، حتیٰ کہ کھانے پینے، سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں بھی نظم و ضبط اور ڈسپلن کا قائم رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ تنظیم کے بغیر کوئی معاشرہ نہ تو پنپ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی قوم منزلِ مراد سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ ایسی قوم کی مثال جو نظم و ضبط سے عاری ہو، اس گاڑی کی سی ہے جس کے بریک نہ ہوں، جس کا کوئی راستہ متعین نہ ہو، جس کا نہ کوئی ڈرائیور ہو اور نہ ہی کوئی گارڈ یا کنٹرولر، بس اسے سٹارٹ کر کے چھوڑ دیا جائے تو جس طرح اس گاڑی کا حفاظت و خیریت سے کسی جگہ پہنچنا ناممکن ہے، بالکل اسی طرح تنظیم اور نظم و ضبط کے بغیر کسی قوم یا معاشرے کی کامیابی کے متعلق سوچا تک نہیں جا سکتا ــــ اور اس نظم و ضبط کا درس ہمیں نماز اور مساجد ہی سے ملتا ہے۔ دن میں پانچ بار نمازی مسجد میں حاضر ہو کر ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں اور ہر مقتدی پر یہ لازم ہے کہ امام کے اشاروں پر حرکت کرے۔ اس اقتداء میں نظم و ضبط کا اندازہ ذیل کے فرمانِ نبوی سے لگائیے:

"لا تبادروا الامام اذا کبر فکبروا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا" (مسلم)

---

[1] اس سلسلہ میں بیشمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن اس وقت یہ موضوعِ بحث نہیں۔

(بخاری میں بھی یہ حدیث موجود ہے، لیکن اس میں "ولا الضالین" کا ذکر نہیں)

کہ "امام سے پہل نہ کرو، جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب وہ "ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو"

بلاشبہ یہ نظم و ضبط کی بہترین ٹریننگ ہے، پھر یہی نہیں کہ اس بات کو محض حکماً بیان کر دیا گیا ہو بلکہ اسکی خلاف ورزی کرنے والے کے متعلق سخت وعید آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اما یخشی الذی یرفع رأسہ قبل الامام ان یحول اللہ رأسہ رأس الحمار"

کہ "کیا وہ شخص جو امام کے سر اٹھانے سے قبل اپنا سر اٹھاتا ہے، اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا بنا دے!"

اندازہ فرمائیے کہ جس معاشرہ کے افراد ایسے ہی تربیت یافتہ ہوں گے اور وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اسی نظم و ضبط کو اپنا شعار بنائیں گے تو کیا اس کے کامیاب و کامران ہونے میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے؟ اور کیا زندگی کی دوڑ میں ایسی قوم سے کوئی دوسری قوم ——— جو اس سبق سے ناآشنا ہو ——— سبقت لے جا سکتی ہے؟ ——— ہرگز نہیں!

اتحاد اور مساوات:

طبقاتی کشمکش اور لسانی تعصبات دنیا کی کسی بھی قوم کے لئے مفید ثابت نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ انتشار کا باعث بن کر بالآخر اس کی تباہی اور ہلاکت پر منتج ہوئے ہیں، اسی لئے اسلام نے اسے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ قرآنِ کریم میں ہے:

"انما المؤمنون اخوۃ" (الحجرات: ۱۰)

"مسلمان آپس میں سگے بھائیوں کی طرح ہیں"

اور حدیث میں ہے:

"لا فضل لعربی علی اعجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام"

یعنی علاقے، رنگ یا زبان کی وجہ سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں، بلکہ تم میں سے اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو!

بلاشبہ یہ وہ سبق ہے جو اتحاد، مساوات، اخوت، ہمدردی اور تعاون کے جذبات کا مرکزی نقطہ ہے جس کو

اپنا کر ہم دنیا میں سربلند اور باعزت ہوئے۔ اور جس کو خیرباد کہہ کر آج ہم ایک دوسرے کی گردن کاٹنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور نتیجۃً ہمیں اپنا مستقبل تاریک نظر آتا ہے۔ اقوامِ غیر ہمیں تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ کرنے پر تلی بیٹھی ہیں اور ہمارے مطلعِ حیات پر تباہی اور بربادی کے بادل منڈلا رہے ہیں ـــــ اسلام نے مساجد میں نماز باجماعت کے ذریعہ اس سبق کو عملی رنگ میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا ، نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

تمام مسلمان امیر ہوں یا غریب، سفید فام ہوں یا سیہ فام، حاکم ہوں یا محکوم، تاجر ہوں یا مزدور، دراز قد صحیح الجسم ہوں یا پستہ قد اپاہج اور معذور، بینا ہوں یا نابینا، کم سن ہوں یا عمر رسیدہ، پنجابی ہوں یا سندھی بلوچی اور پٹھان، اذان سننے کے بعد سبھی مسجد میں آجاتے ہیں اور ایک دوسرے کے شانہ سے شانہ ملائے ایک ہی امام کی اقتدا میں رب العزت کی بارگاہ میں مؤدب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان سب کا مقصد ایک اور ان کے خیالات میں یک جہتی اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو اخوت کا سنگِ بنیاد ہے۔ ہر روز دن میں پانچ مرتبہ انہیں یہی عمل دوہرانا پڑتا ہے اور رشتۂ اخوت و محبت و اتحاد مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ نماز باجماعت کے بغیر اس کا تصور بھی ممکن نہیں اور بلاشبہ اس نعمت سے وہی معاشرہ یا قوم سرفراز ہو سکتی ہے جس کا مساجد کے ساتھ نہ ٹوٹنے والا تعلق موجود ہو۔

طہارت و نظافت:

طہارت و نظافت بھی کسی قوم یا معاشرہ کے مہذب اور باعزت ہونے کی دلیل ہے جبکہ گندے اور ناپاک رہنے والے لوگ نفرت کا نشانہ بنتے ہیں[1]۔

مساجد کی وجہ سے ہمیں پاکیزگی اور صفائی کی نعمت بھی میسر ہے۔ مسجد میں نماز کے لئے آنے والے ہر شخص کیلئے

---

[1] موجودہ دور کی "مہذب" اور "ترقی یافتہ اقوام" جن کی ہر حرکت کی تقلید کو ہم اپنے لئے فرض کا درجہ دے چکے ہیں اس قدر گندی اور ناپاک رہنے کی عادی ہیں کہ کراہت محسوس ہوتی ہے لیکن وائے بدقسمتی کہ ہم انہیں اس معاملہ میں بھی اپنا ہیرو خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ان لوگوں کے تہذیب و تمدن کا مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ غاروں میں رہنے والا قدیم زمانے کا انسان بھی ان کی نسبت زیادہ مہذب تھا۔

یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے وضو کرے (جس کے ساتھ مسواک مسنون ہے) بدبو دار چیز، لہسن، پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں نہ آئے بلکہ ہو سکے تو خوشبو یا عطر وغیرہ لگا کر آئے۔ کپڑے خواہ پھٹے پرانے ہی یا سادہ کیوں نہ ہوں، پاک اور صاف ضرور ہوں۔ بنابریں نماز کی پابندی کرنے اور مسجد میں پانچ وقت حاضری دینے سے انسان میں طبعی طور پر طہارت و نظافت کے احساسات کروٹ لیتے ہیں جو ایک معاشرہ کی عظمت اور سربلندی کے امین ہیں

④ مساجد کی سیاسی اہمیت

سیاسی نقطۂ نگاہ سے بھی مسجد کو ایک نمایاں اور منفرد حیثیت حاصل ہے۔ قرونِ اولیٰ میں مسلمان صرف نماز ہی کے لئے مسجد میں اکٹھے نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے تمام اجتماعی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کے حل کیلئے صلاح و مشورے اور فیصلے وغیرہ بھی مساجد ہی میں ہوتے تھے۔ ہر نماز کے بعد مجلسِ شوریٰ منعقد ہوتی جس میں مختلف مسائل زیرِ بحث آتے اور ان کے فوری تدارک کیلئے تجاویز اور پروگرام مرتب کئے جاتے تھے (گویا کہ یہ اس دور کی اسمبلی بھی تھی) اسی طرح باہر سے جو وفود اور سفراء وغیرہ آتے ان سے ملاقات و مذاکرات بھی مسجد ہی میں ہوتے اور کہیں لشکر کشی کا ارادہ ہوتا تو اس کے لئے بھی تجاویز مسجد ہی میں پاس کی جاتی تھیں۔ ۔ ۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی میں تو لوگ فنونِ حرب کی مشق بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

"مسجد نبوی میں حبش کے لوگ گتکا کھیلتے اور میں حضورؐ کی اوٹ میں بیٹھ کر انہیں دیکھا کرتی۔" (بخاری بمعناہ)

الغرض نماز باجماعت ادا کرنے اور مساجد سے اپنا رشتہ جوڑ لینے میں بہت سی ایسی نعمتیں اور فوائد مضمر ہیں کہ جن کا مخلصانہ اور صحیح جائزہ لینے سے ہی اسلام کی حقانیت ہر ایک پہ واضح ہو جاتی ہے اور ہم اپنے تئیں دنیا کی کسی بھی غیر مسلم قوم سے برتر اور بہتر محسوس کرنے لگتے ہیں۔

دورِ نبوی اور اس کے بعد خلافتِ راشدہ کے زمانے میں مسجد کو عدالت کی حیثیت حاصل رہی۔ مقدمات یہیں فیصل ہوتے اور مجرموں کو سزائیں وغیرہ بھی یہیں تجویز ہوتی تھیں۔ حد البتہ مسجد سے باہر لگائی جاتی تھی۔

سیاسی لحاظ سے مسجد کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امیر المؤمنین کی خلافت کے لئے مسجد کی امامت کو دلیل پکڑا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خلیفہ ہیں، کی خلافت کے لئے مسلمانوں کے نزدیک ایک سند یہ بھی تھی کہ آپ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی امامت کا شرف حاصل ہو چکا تھا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری یا عدم موجودگی کے ایام میں آپ ہی کو امام مقرر فرمایا تھا۔

غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ اگر کہیں حملے کا ارادہ فرماتے تو رات بھر انتظار کرتے۔ صبح کو جہاں سے اذان کی آواز آتی وہاں حملہ کرنے سے روک دیتے۔ چنانچہ ایک سفرِ جہاد میں آپؐ کے کانوں میں اللہ اکبر کی آواز آئی تو آپؐ نے فرمایا:

"فطری شہادت ہے!" ——— اشہد ان لا الٰہ الا اللہ" سن کر آپؐ نے فرمایا:

"آگ سے نجات ہوگی!" (صحیح مسلم)

تمام مجاہدین کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم تھا:

"اذا رأیتم مسجدا او سمعتم صوتا فلا تقتلوا احدا"

کہ "اگر کہیں مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو تو وہاں کسی کو قتل نہ کرو" (ترمذی، ابوداؤد)

مندرجہ بالا توضیحات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مسجد کو دینی، تعلیمی، معاشرتی اور سماجی اہمیت کے علاوہ سیاسی لحاظ سے بھی بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی حقیقت تو یہ ہے کہ دینِ اسلام کی بنیاد ہی مسجد پر رکھی گئی ہے۔ مسجد ہمارا دینی شعار ہے اور کسی قوم کی زندگی اس کے شعار ہی سے وابستہ ہوتی ہے۔ لہٰذا آج اگر ہماری مسجدیں آباد اور پُر رونق ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہم میں غیرتِ اسلامی اور حمیتِ دینی موجود ہے ورنہ ——— مفقود!